مکالمہ بین المذاہب،نوعیت،حدودوشرائط اور مقاصد

*ڈاکٹر غلام علی خان

Interfaith dialogue is being very common all over the world. Nations are doing for interfaith dialogue. Throughout the world there are local, regional and international interfaith initiatives. Many are formally or informally linked and constitute larger networks or federations that reflect importance and need of interfaith dialogue. What is reality and socio politicle agenda behind the term. Islam has clear teachings and golden history in this regard. Today this is very important that we try to know how to overcome differences in theology and belief. Which projects will gain recognition for interfaith groups and how to deal with explosive political issues. All these issues are being discussed in the paper.

یہ دور بھی عجیب دور ہے نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں۔دنیا اپنی ترقی کے بامِ عروج پر ہے اور طرح طرح کے نظریوں نے انسان کو گھیر رکھا ہے۔ایک نظریہ جس نے انسان کا امن چین چھین لیا ہے اور اسے فکر مند کر دیا ہے یہ ہے کہ یہ دنیا اپنے انجام اور اختتام پر پہنچا چاہتی ہے۔ایک طرف End of History کے اس تصور نے انسانی دنیا میں ہلچل بپا کر دی ہے تو دوسری طرف گزشتہ چند عشروں سے تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان تصادم (Clash) کے امکانات کی نہ صرف تبلیغ بلکہ اس کی عملی کوششیں کی جارہی ہیں۔اس وقت عملاً مغرب اسلامی دنیا کو اپنے لیے مستقبل کا حقیقی خطرہ قرار دے کر اس سے متصادم ہے۔(۱)

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک طرف مغرب نے تصادم کو رواج دیا ہے تو دوسری طرف مکالمے Dialogue کو رواج دیا ہے اور اس مکالمے کے لیے ہر طرح کے وسائل بروئے کار لائے جارہے ہیں۔مکالمہ بین المذاہب (Interfaith Dialogue) کے موضوع پر اداروں، جامعات اور ممالک میں بڑے اہتمام کے ساتھ کانفرنسیں، سیمینارز، ورکشاپس اور علمی مذاکرے منعقد کئے جاتے ہیں۔مختلف مذاہب کے علماء و اسکالرز شعوری و لاشعوری طور پر اس مکالمے کا حصہ بنتے چلے جارہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلے کو اور اس کی اہمیت کو سمجھا جائے کہ مغرب کے بے محابا پروپیگنڈہ نے اس کی اصل حقیقت اور اس کی اہمیت و ضرورت سے متعلق ایک کنفیوژن پیدا کر دیا ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

مکالمہ سے مراد دو یا دو سے زیادہ افراد، فریقین، گروہوں، جماعتوں، نظریوں، ثقافتوں، تہذیبوں، تمدنوں اور حکومتوں کے درمیان تبادلہ خیالات اور تبادلہ افکار کا نام ہے۔

قرآن کریم میں غور وفکر کریں تو معلوم ہوتا ہے اللہ رب العزت نے خود مکالمہ فرمایا ہے۔قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر الٰہی مکالمے کی مثالیں کبھی ملائکہ سے کبھی حضرت آدم، کبھی ابلیس اور انبیاء علیہم السلام اور کبھی مخلوق اور وجود انسانی سے جابجا ملتی ہیں۔

قرآنی قصص میں انبیاء علیہم السلام کے اپنے عہد کے کفار ومشرکین اور مطلق العنان ربوبیت کے دعوے دار حکمرانوں سے بے مثال مکالمات کے نظائیر ملتے ہیں۔

پھر سب سے بڑھ کر ہادیٔ برحق، معلم اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کی حیاتِ طیبہ میں بامقصد مکالمات انسانی کے اعلیٰ نظائیر دستیاب ہیں بقول پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم

> آپ کے احوال وسوانح میں مکالمات کا ایسا تنوع اور تسلسل دکھائی دیتا ہے جس کا مطالعہ بین الانسانی اور بین المذاہب مکالمے کی متنوع جہات، مقاصد اور آداب کو سامنے لاتا ہے۔(۲)

قرآن مجید، احادیث مبارکہ، کتب تفسیر وسیرۃ اور بالخصوص علم کلام پر مسلمان علماء کا لازوال اور شاندار مکالمات سے بھرپور تشریح اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام نے مکالمے اور اس کی اہمیت کو رواج بخشا ہے۔

مکالمے کی نوعیت:

مکالمہ بین المذاہب (Interfaith Dialogue) کی اصطلاح کا مطلب مختلف مذاہب، مختلف عقائد اور مختلف نظام ہائے الٰہیات کے درمیان بات چیت کرنا ہے جبکہ اس وقت مغربی دنیا مذہب کے نام پر سیاسی اور معاشی اور مذہب دشمن اقدامات کے لیے مکالمہ کرنا چاہتی ہے جو مکالمے کے عنوان کے بالکل برخلاف ہے۔ اس کا ایجنڈا یک طرفہ اور ادھورا ہے اس میں صرف مذہب کے مبینہ طور پر غلط استعمال کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔(۳)

کیا مسلم کیا غیر مسلم سبھی قرآن کی اس آیت کو موضوع بنا کر بحث کا آغاز کر رہے ہیں۔

> قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.(۴)

کہہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے یہ کہ ہم نہ

عبادت کریں سوائے اللہ کے کسی کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے مقابلے میں کسی کو اپنا رب نہ بنائیں اور اگر وہ اس بات سے منہ پھیریں تو گواہ رہو کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

کیا مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے پاکستان اور اس جیسے دیگر پسماندہ ممالک میں عیسائی مشنریز کے تشکیل کردہ فورموں پر حکومتی سرپرستی میں محض شہرت اور حکومتی پروٹوکول کے لالچ میں مغربی فکر و فلسفہ، اس کی تاریخ، یورپ میں مذہب کے زوال اور جدید طرز فکر سے بالکل ناآشنا بلکہ اسلامی عقیدہ اور اس کی حدود و شرائط سے بے بہرہ لوگ ایسے فورمز کا حصہ بن کر ان کے مخصوص سیمناروں کو رونق بخشنے اور مغربی استعماری مقاصد کی تکمیل میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مُمِدّ ثابت ہو رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے مغربی ایجنڈا نے اس وقت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ میڈیا کی ہوشربا ترقی نے گلوبلائزیشن کے عمل کو بہت تیز کر دیا ہے۔ تہذیبوں اور تمدنوں کا باہمی میلاپ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ کوئی اس کے اثرات سے بچ نہیں سکتا کوئی سیاسی، سماجی اور جغرافیائی حد بندی ممکن نہیں رہی اور دو اشخاص کو تبادلہ خیال یا مکالمے سے روکا نہیں جا سکتا۔

ایسے حالات میں جبکہ غالب تہذیب کے حامل لوگ اپنے مخصوص مقاصد کے لیے اپنے عزائم کو پوشیدہ رکھے ملمع سازی کئے پسماندہ ممالک کے لوگوں کو دعوتِ مکالمہ دیتے ہیں تو بغیر ایجنڈا اور تیاری کے عام لوگوں کی شرکت دوطرفہ فائدہ کی بجائے یکطرفہ طور پر مخصوص لوگوں کے مفاد کو پورا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

چند سوالات ہیں جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔

___ کیا اہل مغرب شرائع آسمانی کے مطابق اہل کتاب ہیں۔ یا مذہب سے دامن جھاڑ کر ''جیسے چاہو جیو'' کے اصول پر مادر پدر آزاد (خالص ملحدانہ اور لامذہبی) مغربی تہذیب کے حاملین ہیں؟

___ کیا مکالمہ کا مقصد وحدتوں کی تلاش ہے؟

وہ وحدتیں یا مشترک امور کون سے ہیں؟

کیا یہ ممکن ہے کہ تمام مذاہب ایک نظریے پر متفق ہو جائیں؟

اسلامی نقطۂ نظر سے مکالمے کی پانچ نوعیتیں یا جہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ دعوت اسلام اور کسی غیر مسلم کا اپنے افکار کے حق میں بحث و مباحثہ پیش کرنا جیسے انبیاء کرام کے حالات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد، قوم اور نمرود سے مکالمہ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

فرعون سے مکالمہ۔

۲۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کا اپنے اپنے مذہب کے حق میں دلائل دینا قرآن نے اس کے لیے مجادلۃ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

۳۔ ایک سوسائٹی میں اکٹھے رہنے کی صورت میں باہمی معاملات کی حدود طے کرنا، جیسے میثاق مدینہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہ تینوں صورتیں شرعی نقطہ نگاہ سے قابل قبول ہیں۔

۴۔ مختلف مذاہب کی اخلاقیات یا مختلف باتوں کو جمع کر کے ایک نئے مشترکہ مذہب کی تشکیل کی کوشش کرنا جیسے اکبر کا دینِ الٰہی وغیرہ یہ صورت مکالمہ ناقابل قبول ہوگی۔

۵۔ عصر حاضر میں مکالمے کی ایک صورت موجودہ عالمی، سیاسی، معاشی، عسکری، فکری اور ثقافتی کشمکش ہے۔ یہ کشمکش بین المذاہب نہیں ہے بلکہ تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان Clash کے امکانات کی تبلیغ پر ہے۔

مسلمان عورت کے اسکارف کا استعمال یورپی ممالک میں موضوعِ بحث ہے اور اِسے تہذیبی و ثقافتی مسئلہ بنا کر آزادیٔ اظہار کے دعویدار ممالک امتیازی قوانین بنانے جا رہے ہیں۔ لہذا ان تمام موضوعات پر ہم اسلام کے فطری اور آفاقی دلائل کے ذریعے بھرپور استدلال کرتے ہوئے مکالمہ کریں گے۔

احتیاط برتی جائے کہ

آسمانی اور الہامی (اہل کتاب) مذاہب مثلاً یہود و نصاریٰ یا زرتشتیت وغیرہ سے مکالمہ کا اسلوب وانداز اور موضوعات جُدا ہوں گے جبکہ غیر الہامی مذاہب مثلاً ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت وغیرہ سے انداز اور ہوگا۔

مذہب پسند طبقہ انسانی اور مذہب مخالف لوگوں سے مکالمہ کے اصول و شرائط جدا ہوں گے۔

حدود و شرائط:

مکالمہ اگر کسی ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں رہے گا تو ایک بیکار محنت سے زائد کچھ نہ ہوگا۔ لہذا فریقین کو مشترکہ متفقہ ضابطہ اخلاق تشکیل دے کر مکالمے کا آغاز کرنا ہوگا۔ اس ضمن میں درج ذیل باتوں کو بنیادی اہمیت دینا ہوگی۔

ا۔احترام بین المذاہب

بین المذاہب مکالمے کی فضا کو ساز گار اور خوشگوار بنانے اور رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ فریقین بین الاقوامی سطح پر مذاہب، ان کی کتابوں اور ان کے رہنماؤں کے لیے باہمی احترام کا ایک ایسا کلچر ترتیب دیں جس میں کسی مذہبی فکر، مذہبی کتابوں اور مذہبی رہنماؤں کی کردار کشی، تحقیر یا تضحیک کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔

دین ابراہمی سے متعلق مذاہب اور انبیاء علیہم السلام کا احترام تو ہم پر واجب ہے ہی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم کسی غیر آسمانی مذہب کے روحانی پیشوا کے لیے بھی کوئی نازیبا اور ناشائستہ طرز کلام اختیار نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ان کے معبودوں کو بھی کسی برے لقب کے ساتھ پکار نہیں سکتے۔ ان کی عبادت گاہوں کے احترام کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اہل کتاب (ابراہیمی مذاہب) کے ساتھ مکالمے کے لیے تو بالخصوص قرآن کریم میں مستقل احکام ملتے ہیں۔

وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ.(۵)

''اور اہل کتاب سے بحث (مکالمہ) نہ کرو مگر عمدہ اور بہترین طریقے سے''

اسی طرح غیر مسلموں بالخصوص غیر آسمانی مذاہب کے معتقدات، ان کے مذہبی رہنماؤں، پرستش کے مقامات اور بتوں وغیرہ کے سلسلے میں مسلمانوں کو بد کلامی سے منع کیا گیا ہے۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ.(۶)

اور (اے مسلمانوں) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں بدزبانی سے یاد نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

سید مودودیؒ کے نزدیک

نبیؐ کے پیروکار اپنی تبلیغ کے جوش میں اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ مناظرے اور بحث و تکرار سے معاملہ بڑھتے بڑھتے غیر مسلموں کے عقائد پر سخت حملے کرنے اور ان کے پیشواؤں اور معبودوں کو گالیاں دینے تک نوبت پہنچ جائے کیونکہ یہ چیز ان کو حق سے قریب لانے کے بجائے اور زیادہ دور پھینک دے گی۔(۷)

اس ضمن میں محمد صدیق شاہ بخاری نے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے کہ:

یہود و نصاریٰ اور ہنود کی مذہبی کتب میں دوسرے مذاہب والوں کے لیے ایک لفظ بھی درج نہیں جبکہ قرآن حکیم میں غیر مسلموں کی حفاظت، ان کے حقوق اور مذہبی رواداری کے متعلق تفصیل

سے وضاحت کی گئی ہے۔پھر بھی بنیاد پرستی کے خطاب سے صرف مسلمانوں کونوازا جاتا ہے۔(۸)

۲۔شرف انسانیت کا تحفظ:

اسلام کے نزدیک اس کائنات رنگ وبو کی حسین اور افضل ترین مخلوق انسان ہے۔

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ.(۹)

اور ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا میں سواری دی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ.(۱۰)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین تخلیق سے نوازا۔

لیکن عصر حاضر میں پھر سے انسانی حقوق بری طرح سے پامال کئے جارہے ہیں سیاسی اور معاشی اغراض کے لیے انسانی بستیوں کو آگ اور بارود کی نذر کیا جارہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مغرب نے مادہ پرستی کو جنم دیا ہے۔

آج دنیا کی ساری حکومتیں اور ریاستیں اس محور پر گھوم رہی ہیں کہ خواہشات کی تسکین کی جائے،خواہشات کا الاؤ جل رہا ہے۔اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی جارہی ہے اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کررہے ہیں اور قوموں ملکوں کی طرف لپک رہے ہیں آج وقودھا الناس والحجارۃ کا منظر نظر آرہا ہے۔(۱۱)

گوانتاناموبے اور ابوغریب کی جیلیں اور افغانستان کے کوہ ودمن سب انسانیت کی توجہ چاہتے ہیں کہ مکالمے کے ذریعے انسانی شرف کی پامالی کو روک کر اس کے تحفظ کے لیے اجتماعی کوششیں کی جائیں۔

۳۔مساوات انسانی:

اسلام مساوات انسانی کا تصور پیش کرتا ہے اور تمام انسانیت کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا.(۱۲)

اے انسانوں بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قوم قبیلے تعارف کے لیے بنائے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم فرماتے ہیں۔

گویا دنیا بھر کے انسانوں کے درمیان دو وحدتیں مشترک ہیں ایک وحدتِ خالق اور دوسری

وحدتِ آدم، روئے زمین پر جتنے بھی انسان بس رہے ہیں وہ سب خدا کی مخلوق ہیں لہذا باہم مساوی اور آدم وحوا کی اولاد،لہذا آپس میں بھائی بھائی ہیں۔(۱۳)

امریکہ جیسے انسانی حقوق کے چیمپئن کے ہوٹلوں کے دروازوں پر لکھا ہے۔

"If you are black you go back" یہ امریکہ اور مغرب کے منہ پر طمانچہ ہے۔

مذہبی بنیادوں پر کم از کم مغرب اور امریکہ میں تمام ابراہیمی مذاہب اکٹھے ہو سکتے ہیں علی عزت بیگوچ کی توجہ بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

یہودیت،نصرانیت اور اسلام موجودہ معلوم تاریخ میں ان تین مذاہب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ان مذاہب کے ذریعے ہی انسانی تاریخ کا محور بنا رہا ہے اور اس نے انسان کو مجموعی طور پر سمجھنا سیکھا ہے۔ان مذاہب کے ذریعے ہی انسان نے اندرونی اور بیرونی زندگی، ظاہری اور باطنی ترقی، ان کے باہم تعلق اور ان کی حدود کو سمجھا۔ یہودیت اور نصرانیت دونوں کی تاریخی کامیابیوں اور ناکامیوں کے بعد ہی انسانیت اسلام کے فیصلہ کن تجربے سے روشناس ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں انسانیت کے رہنما اور یکساں قابل احترام ہیں۔(۱۴)

چنانچہ بین المذاہب مکالمے کے لیے ہمیں ہر قسم کے رنگ،نسل،زبان،عقیدے یا ثقافت کے بارے میں احترام کا رویہ اپنانا ہوگا اور ہر نوع کی تحقیر کے رویوں کو عملاً ختم کرنا ہوگا۔

۴۔ پرامن بقائے باہمی:

بڑی قوتوں کو محض اپنی ایٹمی قوت اور تباہ کن اسلحہ کی ہیبت کی بناء پر انسانیت کے لیے خدشات کے بادل بن کر امڈنا نہیں چاہئے بلکہ وہ ایک ایسی حربی حکمت عملی اختیار کریں کہ جس میں وہ اپنے دفاع کے تقاضوں کو تو پورا کریں مگر چھوٹے ممالک کے لیے کسی خطرے اور خوف کا باعث نہ بنیں۔

امریکہ اور اس کے حواریوں کی دوہری پالیسی نے دنیا کو بدامنی سے بھر دیا ہے۔امریکہ جنگ عظیم دوم کے بعد سے اب تک اٹھائیس ممالک پر اپنا تباہ کن اسلحہ چلانے کا تجربہ کر چکا ہے۔قوت اور طاقت اگر کسی اصول وقانون کے پابند نہ ہوں تو وحشت و بربریت بن جاتی ہے۔

''اگر عرب اسرائیل مناقشہ کی تاریخ آج رقم ہو تو یہ صاف ظاہر ہو گا کہ امریکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی بہت بڑی اکثریت اسرائیل کی غیر انسانی پالیسیوں کے بارے میں یا تو خاموشی کے

مجرم ہیں یا پھر بالواسطہ ایسی پالیسیوں کے عمل پذیر ہونے میں اعانت مجرمانہ کے ذمہ دار ہیں۔" (۱۵)

۵۔تحفظ جان و مال وآزادی:

دنیا میں زندہ رہنے، مال کی ملکیت اور آزادی ہر جان کے لیے ضروری ہے۔ مذہب کا بنیادی کام اور ہدف انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرانا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سطح پر اس کے ان حقوق کا تحفظ اجتماعی شعور کے ساتھ ہونا چاہیے۔

ابراہیم لنکن نے کہا تھا

"ہماری بقا اس جذبے کی سلامتی میں ہے جو ہر خطے میں بسنے والے تمام انسانوں کی آزادی کی قدر پر مبنی ہے اگر آپ اس جذبے کو تباہ کر دیں گے تو گویا اپنے ہی صحن میں جبر وستم اور آمریت کے بیج بو دیں گے۔" (۱۶)

لیکن آج کا امریکہ اور اس کی عالمی پالیسیاں اس جذبے سے عاری ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کو مرتے دم تک غیر مسلموں کا خیال تھا حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ کے فرد کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا لیکن آخری وقت ارشاد فرمایا:

"میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اہل ذمہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے اور ان کی حفاظت کے لیے لڑے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔ (۱۷)

۶۔وحدتوں کی تلاش:

ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں ہے جسے پہلی مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہو اور اس بنا پر آپ کو بانی اسلام کہنا صحیح ہو۔ قرآن اس امر کی پوری صراحت کرتا ہے کہ خدا کی طرف سے نوع انسان کے لیے ہمیشہ ایک ہی دین بھیجا گیا اور وہ ہے اسلام، یعنی خدا کے آگے سر اطاعت جھکا دینا۔ (۱۸)

دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف قوموں میں جو انبیاء بھی خدا کے بھیجے ہوئے آئے تھے وہ اپنے کسی الگ دین کے بانی نہیں تھے کہ ان میں سے کسی کے لائے ہوئے دین کو نوحیت، اور کسی کے دین کو ابراہیمت یا

موسویت یا عیسائیت کہا جا سکے۔

شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَ مَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ.(۱۹)

تمام نبیوں کی طرف سے اس دین کی وحدت و اقامت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین اپنی اصل و اساس کے اعتبار سے پہلے انسان اور پہلے پیغمبر سیدنا آدمؑ سے لے کر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ سے ایک اور متحد رہا ہے۔ سلطان احمد اصلاحی کے مطابق

''عقائد و عبادات، رشتے ناطے کے حقوق، انسانوں کی خدمت، حلال و حرام کے اصول، عدل و انصاف کے قیام اور معاشرے کی سیاسی اور معاشی تنظیم وغیرہ کے جہاں تک اصول و اساسیات کا تعلق رہا ہے۔ یہ کسی اختلاف و انقطاع کے بغیر ہر نبی کی دعوت میں یکساں طور پر موجود رہے ہیں۔(۲۰)

چنانچہ آج ان عالمی مذاہب میں وحدتوں کی تلاش کا کام کیا جانا چاہیے اور ان مماثلتوں کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے قریب ہونا چاہیے نہ کہ تمام مذاہب کی اچھائیوں پر مبنی ایک نئے مذہب کی تشکیل کا کام کرنا چاہیے۔

۱۹۹۴ء میں مکالمہ بین المذاہب کے ضمن میں بڑے خوبصورت خوابوں کی شکل میں کچھ مقاصد طے پائے تھے جنہیں مکالمے کے رہنما اصول قرار دیا جاتا ہے۔

☆ تمام بنی نوع انسان باہم برابر ہیں اور یکساں حقوق و فرائض رکھتے ہیں۔

☆ انسانی خوشیوں کا راز محبت میں مضمر ہے جو کہ آسمانی حقیقت و سچائی ہے۔

☆ تصادم کو باہمی قربت اور دو طرفہ تکریم سے بدلا جائے گا۔

☆ حقیقی انسانی آزادی کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ اجتماعیت کسے غلط اور کسے صحیح تصور کرے گی۔

☆ مکالمہ بین المذاہب اور مختلف ثقافتوں کے درمیان مکالمہ لوگوں کو باہم قریب کرنے اور بالآخر گلوبل سطح پر یکساں اقدار اور اتحاد کے قریب کرے گا۔

☆ ہر طرح کی جنگیں اور تشدد کی ہر قسم تمام انسانوں کے لیے نقصان دہ ہو گا۔

☆ تخفیف اسلحہ سازی۔ منشیات میں کمی اور مختلف قبضے، یہ معاشروں اور ان کے امن کے لیے شارٹ کٹ ہوں گے۔

☆ ایک مشترکہ عالمگیر زبان اور اس کے ساتھ ایک مقامی زبان کو عالمی ابلاغ عامہ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

☆ کرہ ارض سے نکلنے والے خزانے مثلاً تیل، گیس اور معدنیات کو تمام نسل انسانی کی مِلک سمجھا جائے گا اور جن کے ہاں سے یہ دستیاب ہو رہی ہیں ان اقوام کو انکا کلیۃً مالک نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ان ممالک پر ایک خاص قسم کا ٹیکس نافذ کیا جائے گا جو ان سے وصول کر کے تمام نسل انسانی کی بہبود پر خرچ کیا جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس ایجنڈے میں بڑی خوبصورت باتوں کے ساتھ ساتھ عالمی سامراجی عزائم اور ان کی تکمیل کا منصوبہ جس کے عملی اظہار کی مثالیں عراق، افغانستان اور پاکستان پر امریکی تسلط ہے۔

عربوں اور ایرانیوں کی تیل کی دولت پر امریکہ اور اس کے حواریوں کی نظر ہے اور عالم اسلام کی تجارتی گزرگاہوں پر انسانی مفادات کے نام پر چند ممالک قبضہ چاہتے ہیں۔

اسرائیل کی تمام زیادتیوں اور عرب دنیا پر اس کے مظالم کو آخر ان اصولوں کی خلاف ورزی کیوں نہیں سمجھا جاتا جو عالمی امن کے لیے حقیقی خطرہ ہیں۔

پال فنڈلے کا تبصرہ اس ضمن میں حقیقت حال پر صحیح روشنی ڈالتا ہے۔

> ''اگر عرب اسرائیل مناقشہ کی تاریخ آج رقم ہو تو یہ صاف ظاہر ہو گا کہ امریکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی بہت بڑی اکثریت اسرائیل کی غیر انسانی پالیسیوں کے بارے میں یا تو خاموشی کی مجرم ہے یا پھر بالواسطہ ایسی پالیسیوں کے عمل پذیر ہونے میں اعانت مجرمانہ کی ذمہ دار ہے۔'' (۲۲)

مکالمے کے مقاصد

مکالمہ ایک ہمہ جہت حیثیت رکھتا ہے لہذا فرد، قوم، ملک، مذہب عالمی حالات، انسانی مسائل اور ان کا حل بہت سے مقاصد ہو سکتے ہیں اور ہر اعتبار سے اس کے مقاصد بھی جدا جدا ہوں گے لیکن یہاں نہایت اختصار سے صرف ان مقاصد کو زیر بحث لایا جا رہا ہے جن کے حصول سے عالمی سطح پر بین المذاہب بھی اور بین الانسان بھی مختلف انسانی معاشروں کو امن وسکون اور راحت نصیب ہو سکتی ہے۔

ا۔عصری تہذیبی تصادم کا خاتمہ:

تہذیبوں کے تصادم نے خون ریزی اور نفرتوں کے جنم دیا ہے جب کہ مذہب انسانیت کی حرمت اور

اس کے لیے محبتوں کا پیغام پیش کرتا ہے۔اپنی تہذیب کو بزور بازو دوسروں پر مسلط اور غالب کرنے کے جذبے نے آج انسانوں کے درمیان نفرتوں کی جو آگ بھڑکا رکھی ہے اسے بجھانے کا واحد ذریعہ مذہب ہے جس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔اس وقت عالمی سطح پر شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ تہذیبوں کے درمیان تصادم کی بجائے ہم آہنگی، رواداری، افہام وتفہیم کو رواج دیا جائے۔

۲۔عدلِ اجتماعی کا قیام:

اسلام نے خیر القرون میں اور اپنے عروج کے زمانہ میں عدلِ اجتماعی کا بھرپور مظاہرہ کر کے انسانی زخموں پر پھاہا رکھا تھا۔خلافت راشدہ کے زمانہ میں اقلیتوں اور غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے معاہدے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی تاریخ عدل اجتماعی کہ کوششوں سے مالا مال ہے۔

حضرت نعمان بن مقرن نے اہل ماہ بہراذان سے سیدنا حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں معاہدہ کیا جسکی توثیق آپ نے فرمائی۔اس معاہدے میں غیر مسلموں سے متعلق درج ذیل دفعات تھیں۔

۱۔ان کے اموال،نفوس اور اراضی پر ان کا قبضہ برقرار رہے گا۔

۲۔انہیں نہ تو دین سے ہٹایا جائے گا اور نہ ان کی شریعت سے تعرض کیا جائے گا۔

۳۔انہیں ہر سال ایک مرتبہ جزیہ ادا کرنا ہوگا۔جس کے عوض ان کی حمایت اور حفاظت کی جائے گی۔

۴۔جزیہ ہر شخص کی مالی وسعت کے مطابق ہوگا۔

۵۔جزیہ کے مکلف بالغ مرد ہوں گے۔

۶۔انہیں نو وارد مسافروں کی رہنمائی کرنا ہوگی۔

۷۔گزرگاہوں کی حفاظت ان کے ذمہ ہوگی۔

۸۔مسلمان فوجی دستوں کی ایک دن کی مہمانی اور قیام کا انتظام کرنا ہوگا۔

۹۔اگر انہوں نے کسی معاملہ میں دھوکہ دیا یا ان شرائط میں کمی کی تو امان کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔(۲۳)

خلافت راشدہ میں سب زیادہ مہتم بالشان معاہدہ جو سیدنا عمر فاروقؓ نے اہل ایلیاہ سے کیا اس کی چند دفعات درج ذیل ہیں۔

ان کے اموال، جان، عبادت گاہیں، صلیب، مریض اور توانا ہر ایک سے تعرض نہ ہوگا۔اس کے عوض اہل ایلیاہ جزیہ ادا کریں گے۔(۲۴)

حضرت علیؓ کا دور پر آشوب تھا اس کے باوجود اقلیتوں سے کوئی زیادتی نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا جس میں قاتل مسلمان تھا اور مقتول غیر مسلم۔ مقتول کے وارثوں نے دیت لے کر قاتل کو چھوڑنا چاہا تو حضرت علیؓ نے مقتول کے وارثوں کو بلا کر پوچھا کہ تمہارے اوپر کوئی دباؤ تو نہیں ڈالا گیا تب آپ نے وہ دیت دلا دی جو مسلمانوں کی دیت کے برابر تھی۔ اور فرمایا:

''جو غیر مسلم ہماری ذمہ داری میں ہے ان کا خون ہمارے خون جیسا ہے اس کی دیت ہماری یعنی مسلمانوں کی دیت کے برابر ہے۔'' (۲۵)

لہذا آج عالمی قوتوں کو دنیا کے نقشے پر عدل اجتماعی کا ایسا ہی نظام ترتیب دینا ہوگا جس میں چھوٹے چھوٹے ممالک اور ریاستوں کے اقتدار اعلیٰ کا احترام ملحوظ رکھا جائے۔

انہیں کسی قوم یا ریاست کے ہر نوع کے وسائل کے استحصال کی اجازت نہ ہونا چاہیے۔ عالمی تنظیمیں اس نوعیت کے مقاصد رکھنے کے باوجود اس استحصالی رویہ کا انسداد نہیں کر پائی ہیں۔ لہذا بین المذاہب مکالمہ کے لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ عادلانہ رویوں کے فروغ کے لیے بین الاقوامی کوششیں کی جائیں۔

۳۔ عالمی دہشت گردی کا خاتمہ:

موجودہ حالات میں مواصلات کے نظام نے جب انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے اور اسلام کو سمجھنے لگے ہیں تو باقاعدہ سازش کے ذریعے دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے منسوب کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اور ایجنسیوں کے ذریعے ایسے اقدامات کر کے تخریب کاری کو جنم دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے، ''بنیاد پرست مسلمان'' اور ''اسلامی بنیاد پرستی'' کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

مرزا محمد الیاس لکھتے ہیں:

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اہل مغرب نے اسلام کو دشمن نمبر 1 قرار دے کر اس کا راستہ روکنے اور مسلمانانِ اسلام کو ناکام بنانے کی حکمت عملی اختیار کی۔ بنیاد پرست مسلمان اور اسلامی بنیاد پرستی کی اصطلاحات کا استعمال کر کے مسلمان کو دہشت گرد اور اس کے فلسفہ حیات کو دہشت گردی کا محافظ قرار دینا شروع کر دیا۔ (۲۶)

اس رویے کا بڑا ہی مثبت جواب ڈاکٹر ذاکر نائیک نے دیا ہے۔

اسلام کی بنیادی باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو مجموعی طور پر نوع انسانی کے مفاد کے خلاف ہو۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی کئی تعلیمات غیر منصفانہ اور غیر معقول ہیں اس کی وجہ اسلام کے بارے میں ان کی ناکافی اور غلط معلومات ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا کھلے ذہن سے تنقیدی تجزیہ کیا جائے تو اس حقیقت سے فرار ممکن ہی نہیں رہتا کہ اسلام درحقیقت اجتماعی و انفرادی دونوں اعتبار سے نوع انسانی کے لیے فائدوں سے بھرپور ہے۔(۲۷)

9/11 جیسے واقعات جو مسلمانوں کے سر تھوپے گئے سراسر اسلام اور مسلمانوں پر ظلم ہے۔ سید حیدر جاوید نے اسکی مزمت میں لکھا:

اس قسم کی بہیمیت اسلام کے سرار منافی ہے۔ ہم نے حال ہی میں جس بربریت کا مشاہدہ کیا ہے وہ اسلام کی حقیقی روح اور اقدار کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ اسلام تحمل، رواداری اور انسانی زندگی کے احترام پر بہت زور دیتا ہے۔(۲۸)

۴۔ عالمی امن:

دورحاضر میں امن و آشتی کی جس قدر ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ رہی ہو۔ اس وقت دنیا میں ہتھیاروں کا پھیلاؤ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے کھربوں روپے کے خطرناک ہتھیار بنائے اور چلائے جارہے ہیں۔

مسلمان اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ پیغام امن کے امین ہیں جو تمام بنی نوعِ انسان کے لیے اللہ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بھیجا ہے۔ یہ بے چین انسانیت کی دکھ بھری آواز کا خدائی جواب ہے۔

قاضی سلمان منصور پوری کے بقول

حضور اکرمؐ کے اسوہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ معاشرے میں امن کے فروغ کے لیے کام کیا۔ آپ نے دیگر قبائل اور مذاہب سے جس قدر معاہدات فرمائے، ان سب کا مقصد امن کا قیام ہی تھا۔ فتح مکہ کا دن ظاہراً بدامنی کا دن ہونا چاہیے تھا لیکن آپ نے بدترین دشمنوں کے لیے بھی امن کے دروازے کھول دیئے۔(۲۹)

مولانا حامد الانصاری لکھتے ہیں کہ

یہ پہلا دن تھا جب امن عالم کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا اور اس کے بعد اسلام کے اچھے زمانے تک کبھی غروب نہیں ہوا۔(۳۰)

لہذا امن کا نعرہ لگا کر فقط سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی بجائے اسلامی روح کے مطابق مسلمانوں کے پیغمبر کی اسوۃ امن کو مشعل راہ بناتے ہوئے عالمی امن کے لیے مشترک جدوجہد کی ضرورت ہے۔

۵۔استفادہ باہمی:

دور جدید میں بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کا فروغ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دنیا اس وقت ایک عالمی بستی(Global Village) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

یہ دور تخصص اور مہارت کا دور ہے۔ ہر شخص اور ہر قوم کے بس میں نہیں کہ تمام علوم میں مہارت حاصل کر سکے اس لیے دیگر اقوام وملل سے علمی میدان میں استفادہ ناگزیر ہے۔

٦۔رواداری کی فضا کا قیام:

عام طور پر جب اسلام کے حوالے سے لفظ رواداری بولتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف اقوام،مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ جو اسلامی حکومت کے زیر نگیں قیام پذیر ہوتے ہیں ان کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہونا چاہیے۔

اسلام غیر مسلم اقوام کو اپنے پرسنل لاء کے مطابق زندگی گزارنے کی صرف اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ مکمل تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ.(۳۱)

دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں۔

صاحب زادہ خورشید احمد گیلانی کے بقول:

آج ذوق فرمانروائی بڑھ رہا ہے، عصبیتیں سر اٹھا رہی ہیں، برداشت دم توڑ رہی ہے ہر ایک دوسرے کو جھکانے پر تلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ مفاہمت کی جگہ مقادمت،اپنائیت کی جگہ جارحیت صلح کی جگہ اسلحہ اور رواداری کی جگہ خونخواری لے رہی ہے،گو کہ دنیا نے زمانی ومکانی فاصلے گھٹا دیئے ہیں لیکن روحانی فاصلے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں،کوئی دِل کے تار ہلانے والا نہیں ملتا جو بھی ہے توپ

اور تلوار چلانے والا نظر پڑتا ہے ایسے میں پھر سے روحِ محمد کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔(۳۲)

انسانوں کے درمیان حقیقی اخوت تبھی پیدا ہوگی جب باہم رواداری کی وہ فضا پیدا نہ کرلیں جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں نے تمام مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پیدا کی تھی۔

۷۔توسیع اسلام:

9/11 کے بعد اسلام اور مسلمانوں سے متعلق منفی پروپیگنڈہ اس قدر کیا گیا کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔اس کے نتیجہ میں یورپ اور پوری دنیا کے غیر مسلم اسلام،قرآن اور پیغمبر اسلام بالخصوص اسلام کے نظریہ جہاد کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔اسلامی لٹریچر کی مانگ میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے اور لوگوں کا رجوع الی الاسلام بڑھ گیا ہے ایسے میں مسلمانوں کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ نہ صرف غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے بلکہ اسلام کو مثبت طور پر پیش کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

منصور علی خان نے لکھا ہے کہ:

> جہاں اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر باہمی بحث اور تعاون کرنے کے احکام صادر فرمائے ہیں وہاں غیر مذاہب لوگوں کے ساتھ امن و امان کے ساتھ رہنے کی تلقین بھی فرمائی لہذا عالمی امن کے استحکام کی خاطر مسلمانوں کو عیسائیوں، یہودیوں اور دنیا کی دیگر اقوام سے رابطہ قائم کرنا چاہیے اور اسلام کا اصل پیغام پہنچانا چاہیے جو محبت، سلامتی، یکجہتی، برداشت اور صبر پر مشتمل ہے اِسے اقوام عالم تک پہنچانا چاہیے جو کہ امت مسلمہ کا فرض عین ہے۔(۳۳)

آپ مزید لکھتے ہیں:

> مسلمانوں کو آگے بڑھ کر دیگر اقوام کو بتانا چاہیے کہ وہ کون سے راستے پر چل کر دائمی ناکامی سے بچ سکتے ہیں۔انہیں یہ بھی بتانا ہمارا فرض ہے کہ ابھی تمہارے پاس اپنی زندگی کے طور طریقے تبدیل کرنے کے لیے وقت ہے جب یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہے گا۔(۳۴)

بین المذاہب عالمی اتحاد کے نبویؐ اسوۃ کا فروغ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی و مدنی حیاۃ طیبہ میں دیگر مذاہب جن میں یہود و نصاریٰ، مشرکین

اور منافقین سے انسانی بنیادوں پر رواداری اور محبت و ہمدردی کا خوب اظہار کیا۔صرف دومثالیں میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ ہی انسانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول:

> دنیا کا پہلا تحریری دستور، جس میں مدینہ کی حدود میں بسنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے سیاسی، معاشرتی، قانونی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔(۳۵)

چند دفعات قابل غور ہیں۔

۱۔ یہود اور مسلمان اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔

۲۔ ان کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر سگالی، نیکی اور بھلائی کے ہوں گے، جرم اور گناہ کے نہیں۔

۳۔ جو مظلوم ہوگا اس کی مدد کی جائے گی۔

۴۔ یثرب کی وادی میثاق کے فریقوں کے لیے واجب الاحترام ہوگی۔

۵۔ پڑوسی اور پناہ دینے والے کے وہی حقوق ہوں گے جو اپنی ذات کے۔(۳۶)

محمد حسین ہیکل کا تبصرہ بھی خوب ہے۔فرماتے ہیں:

> یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمدؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ اسلامی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔(۳۷)

تبادلہ خیال اور ڈائیلاگ انسانی زندگی اور تہذیب کے فروغ کا ذریعہ ہیں ان کا دروازہ کھلا رکھنا چاہیے۔

تاریخ میں ایک ایسا زمانہ بھی تھا جب خیالات واقتدار کو سیاسی قوت کے ذریعے دوسروں پر ٹھونسا جاتا تھا۔دور حاضر آزادی اظہار اور آزادی ابلاغ کا ہے۔

چنانچہ مشرق ومغرب کی اقوام عالم کے درمیان صحت مند مکالمے کے ذریعے دنیا کو جنت ارضی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

حواشی

۱۔ ہنگٹن، سموئیل پی،''تہذیبوں کا تصادم''، محمد احسن بٹ (مترجم)، مثال پبلی کیشنز اردو بازار لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۲۷۶

۲۔ حرف اول، ماہنامہ ''دعوۃ'' اسلام آباد، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص:۴

۳۔ زاہد الراشدی، مولانا، مکالمہ بین المذاہب۔ضرورت واہمیت اور تقاضے۔ ماہنامہ ''مکالمہ بین المذاہب''، اپریل ۲۰۰۷ء، ج ا شمارہ ۸، ص ۳۰

۴۔ آل عمران:۳:۶۴

۵۔ العنکبوت:۲۹:۴۶

۶۔ الانعام:۶:۱۰۸

۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، ''تفہیم القرآن''، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۴ء، ۱/۵۷۱

۸۔ ''رواداری اور مغرب''، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، س۔ن، ص:۷۵

۹۔ بنی اسرائیل:۱۷:۷۰

۱۰۔ سورۃ التین:۹۵:۴

۱۱۔ ندوی، ابوالحسن علی، ''تعمیر انسانیت''، مجلس نشریات اسلام کراچی، س۔ن، ص:۲۷

۱۲۔ سورۃ الحجرات:۶۹:۱۳

۱۳۔ ''قرآن اور امن عالم''، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص:۱۱

۱۴۔ ''اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش''، محمد ایوب منیر (مترجم)، مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، ۱۹۹۷ء، ص:۲۳۷

۱۵۔ پال فنڈلے، ''اسرائیل کی دیدہ ودانستہ فریب کاریاں''، سعید رومی (مترجم)، نگارشات لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۳۵

۱۶۔ پال فنڈلے، ''امریکہ کی اسلام دشمنی''، ص:۱

۱۷۔ محمد طفیل، ''نقوش رسول نمبر''، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۴ء، ۱/۵۷۸

۱۸۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ''دین اسلام کی حقیقی تصویر''، اسلامک سروسز سوسائٹی، لاہور، س۔ن، ص:۵

۱۹۔ الشوریٰ:۴۲:۱۴

۲۰۔ ''وحدت ادیان کا نظریہ اور اسلام''، دار التذکیر اردو بازار لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۱۰۱

۲۱۔ file://E:\Interfaith Dialogue Guidelines, abbrev.html, Retrieved on 31-03-2008

۲۲۔ ''اسرائیل کی دیدہ و دانستہ فریب کاریاں''، سعید رومی (مترجم)، صفر پبلشرز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۳۵

۲۳۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، ''سیاسی وثیقہ جات''، ابویحیٰ خان نوشہروی (مترجم)، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور، ۱۹۶۰ء، ص:۲۶۵

۲۴۔ ایضاً ص:۳۰۴

۲۵۔ غلام حسین، حافظ، ''اسلامی حکومت میں اقلیتیں''، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور، ۱۹۸۳ء، ص:۳۷

۲۶۔ ''بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش''، ص:۲۶۹

۲۷۔ ''مذاہب عالم میں تصور خدا اور اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے ۲۰ سوال''، دار النوادر، اردو بازار لاہور، س۔ن، ص:۸۲

۲۸۔ ''المیوں کا المیہ، دہشت گرد کون''، برائٹ بکس ۸ بی اقراء سنٹر اردو بازار لاہور، ۲۰۰۱ء، ص:۱۱۱

۲۹۔ رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۲/۳۲۱

۳۰۔ ''اسلام کا نظام حکومت''، الفیصل ناشران، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹، ص:۱۰۳

۳۱۔ البقرہ:۲:۲۵۶

۳۲۔ قریشی، محمد اسحٰق (مرتب)، ''حضور اکرمؐ پیغمبر امن و سلامتی''، (قومی سیرت سیمینارز ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء) مضمون، حضور اکرمؐ اور رواداری، شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد، ص؛۳۵

۳۳۔ ''تقدیر اُمم''، ترمذی، خالد محمود، پروفیسر (مترجم)، اُمہ پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۵۶

۳۴۔ ایضاً ص:۵۷

۳۵۔ ''مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ''، دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص:۶۲

۳۶۔ حوالہ بالا

۳۷۔ ''حیاۃ محمد''، مطبعہ النہضہ العصریہ، ۱۹۴۸ء، ص:۲۲۷